علمی مضامین سلسلہ نمبر ۴۵ (قسط : ۱)

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حدود و قصاص : عورت کی شہادت

اِسلامی قانونِ شہادت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید :

آج کل عورتوں کی شہادت کا مسئلہ ملکی اَخبارات میں موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ اِس کے متعلق بہت سے مضامین آچکے ہیں جناب فتح یاب صاحب کے ایک بیان کی وجہ سے یہ خیال کیا جانے لگا ہے کہ یہ ایم آر ڈی کا موقف ہے اِس بناء پر جمعیۃ علماء اِسلام کو بھی ہدفِ تنقید بنایا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک کا پڑھا لکھا طبقہ جو دینی علوم سے ناواقف ہے ایسے ہی خیالات رکھتا ہے۔ ایم آر ڈی یا غیر ایم آر ڈی اَور دائیں یا بائیں بازو کا کوئی فرق نہیں ہے اَلبتہ جو دینی اَحکام کا مطالعہ کر لیتا ہے اَور علماء سے مل کر گفتگو کر لیتا ہے اُسے معلومات ہو جاتی ہیں اُس کی جو رائے اُس نے اپنے خیال سے قائم کر رکھی ہو بدل جاتی ہے کیونکہ سب مسلمان ہیں اَور خدا رسول اَور احکامِ شرعیہ کو مانتے ہیں اَحکامِ الٰہیہ کے آگے سر جھکا دیتے ہیں۔

میرا اَپنا خیال یہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں کسی کو بے دین کافر اَور فاسق کہنے سے پہلے اُسے اَحکامِ الٰہیہ بتلانے چاہئیں۔ سخت فتوی دینے میں عُجلت سے کام لینا غلط ہے اِس سے اِصلاح نہیں ہوتی ضد پیدا ہو جاتی ہے۔

ہر قسم کی شہادت میں مساوات کی طلب :

عورتوں میں مردوں کے ساتھ مساوات کا جذبہ اُبھرتا جا رہا ہے۔ باپردہ خاندان بے پردہ ہوتے جا رہے ہیں۔ یورپ سے درآمد کیے ہوئے اَفکار دماغوں پر مسلط ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ جب اِسلام میں مساوات ہے تو ہر قسم کی مساوات ہونی چاہیے حالانکہ ''مساوات'' اَور ''مردوں کے شانہ بشانہ'' وغیرہ اِلفاظ پر یورپ میں بھی عمل نہیں ہے بس یہ خوشنما اَور معنویت سے خالی جملے ہیں اگر اِن پر عمل ہوتا تو رُوس، برطانیہ اَور اَمریکہ میں باری باری ایک سربراہ مرد ہوا کرتا اَور ایک عورت ہوا کرتی اِس تناسب سے اِسمبلی، فوج، پولیس اَور تمام شعبوں میں نصف یا زائد عورتیں ہوا کرتیں لیکن ایسا قطعًا نہیں ہے۔ وہاں بھی عورتوں کی فطری صلاحیت اَور اُن کے صنفِ نازک ہونے کا لحاظ رکھتے ہوئے اُسی کے مطابق کاموں پر لگا دیا جاتا ہے۔ اِتنی مساوات اِسلام میں بھی منع نہیں ہے اگر عورت چاہے تو ملازمت کر سکتی ہے اُس کے لیے گھریلو صنعت و تجارت بھی جائز ہے لیکن جائز کام کی ملازمت اَور تجارت ہو اَور باپردہ ہو۔

''مساوات'' سے عورتوں کی مراد :

مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ عورتوں کی خواہش یہ نہیں ہے کہ وہ مذکورہ بالا شعبوں میں ملازمتیں حاصل کریں اُن کی خواہش اَور لفظ ''مساوات'' سے مراد یہ ہے کہ اُنہیں بھی رشتۂ اَزدواج میں مردوں کی طرح حقوق حاصل ہوں کہ اگر مرد طلاق دے سکتا ہے تو عورت کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ مرد کو طلاق دے سکے اَور جس طرح مرد باہر نکلتے اَور چلتے پھرتے ہیں اُسی طرح عورت بھی بے پردہ پھر سکے اُنہوں نے اِس کا مہذب نام ''مساوات'' رکھ لیا ہے۔

عورت کو طلاق کا حق :

اِن دونوں باتوں میں سے اِسلام میں ایک بات تو بمشورہ علماء عورت حاصل کر سکتی ہے کہ بوقتِ نکاح یہ معاملہ خاص الفاظ سے طے کر لے لیکن وہ بے پردہ پھرے اَور اَجنبی مردوں سے مصافحہ کرے اِس کی اِجازت اِسلام میں نہیں ہے۔

ذہنی اَور جسمانی بوجھ سے عورت کی آزادی :

اَلبتہ اِسلام نے بے پردگی کے بجائے عورتوں کو دُوسری طرح کی آزادی دِی ہے وہ یہ ہے کہ کمانے اَور مصارِف کا بار عورت کے سر سے یکسر اُتار کر مرد پر ڈال دیا ہے وہ محنت کرے کمائے اَور گھر کے مصارِف اُٹھائے، کمانے کے ذہنی اَور جسمانی بار سے عورت آزاد ہے۔

حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہ ہونے کی حکمت :

آج کل جبکہ عورتوں کے خیالات اِس رُخ پر جارہے ہوں ''شہادت'' کا مسئلہ سامنے آگیا۔ عورتوں نے اِسے اپنی حق تلفی تصور کیا کہ ایک عورت کو ایک مرد کے برابر نہ ٹھہرایا جائے، حالانکہ یہ حق تلفی نہیں ہے بلکہ اُمورِ فطری اَور عوارِض کے لحاظ سے حکم دیا گیا ہے اِس میں اَور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ یہ حکم کہ حدود میں اُن کی گواہی چاہے وہ دو ہوں معتبر نہ ہوگی۔ ایک طرح رحمتِ خداوندی بھی ہے کہ مجرم کی جان حد لگنے سے بچ جائے اَور اُسے توبہ کا ایک موقع دے دیا جائے جیسے کہ گواہ ایک مرد ہو تو بھی حد جاری نہ کی جائے گی۔ گویا خداوندِ کریم اُسے تنبیہ فرما کر موقع دینا چاہتے ہیں کہ وہ باز آجائے اَور اپنی اِصلاح کرلے۔

ایک نیک مرد کے ساتھ دو نیک باپردہ عورتوں کی گواہی بے شمار جگہ چلتی ہے مگر حدود میں یہ بھی نہیں چلے گی۔ وہاں عورتوں کے دو ہونے کے باوجود بحکمِ خداوندی ایک قسم کا شبہ مان کر اُسے حد سے بچالیا جائے گا اُس کے لیے کوئی تعزیری کارروائی تجویز کی جائے گی تاکہ آئندہ وہ ایسی جرأت نہ کرے۔

شریعت کی احتیاط :

آج کل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ تو عام لین دین اَور قرض کے بارے میں ہے کہ ایک مرد اَور دو عورتیں گواہ ہوں حدود کے بارے میں نہیں ہے۔ حالانکہ ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر عام اَور معمولی معاملات میں شریعت نے یہ احتیاط رکھی ہے تو عظیم معاملات میں اِس سے زیادہ ہی رکھی ہوگی اَور اِس سے زیادہ عظیم معاملہ کیا ہوگا کہ کسی کا ہاتھ کٹے یا جان جائے۔

چند آیات کی تفسیر، عربی محاورہ/گرائمر :

اَلبحر الرائق میں ہے : زنا کی گواہی کے لیے چار مرد گواہ ہونے لازمی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا

ہے : فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (سورة النساء پارہ ۴ آیت ۱۵) '' ایسی عورتوں پر اَپنوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ۔''

اَور اَٹھارویں پارہ میں سورۂ نور کی چوتھی آیت میں ہے ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر عیب کا اِلزام لگاتے ہیں'' پھر وہ چار مرد گواہ نہ لائیں تو اُن کے اَسی کوڑے مارو اَور اُن کی کبھی کوئی گواہی نہ مانو۔

اِن دونوں آیتوں میں ''اَرْبَعَةٌ'' فرمایا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے ''چار مرد'' (اَور اگر ''اَرْبَعٌ'' فرمایا جاتا تو ترجمہ ہوتا ''چار عورتیں'') نصِ قرآنی سے صرف مرد گواہوں کا ہونا ہی ثابت ہو رہا ہے۔ (اَلبحرالرائق ص ۶۰ ج ہفتم)

اگر تین مرد یا دو عورتیں ہوں تو یہ بھی '' اَرْبَعَةٌ '' کے مطابق نہ ہوگا ''اَرْبَعَةٌ'' اَور '' اَرْبَعٌ '' چار کے لیے ہے اَور تین مرد دو عورتیں چار نہیں پانچ بن جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ص ۶ ج ششم)

نوٹ : ہر جگہ یہ ہدایت الگ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی بات دیکھے تو بہتر یہی ہے کہ اُسے کیس نہ بنائے بلکہ پردہ داری کرے۔

قتل اَور چوری میں دو مردوں کے گواہ ہونے کی بنیاد :

زِنا کے سوا مثلاً قتل اَور چوری میں دو مرد ہی گواہ ہونے ضروری ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں مالی معاملات کے ذیل میں ہے اِس میں اَصل یہ جملہ قرار دیا گیا ہے کہ شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اَپنوں میں سے دو مرد گواہ ہوں لہٰذا حدود میں یہ اَصل ہی اگر ہوں گے تو حکم دیا جائے گا اَور حد جاری کی جائے گی اَور اگر اصل نہ ہوں گے بلکہ اَصل کے قائم مقام ایک مرد اَور دو عورتیں ہوں گی تو حد جاری نہ کی جائے گی۔

یہی طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ اَور آپ کے بعد حضرت اَبو بکر اَور اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، اِسی پر اِجماع ہے۔ (فتح القدیر ص ۶ ج ۶۔ عنایہ وسعدی جلبی الثانی اَور اَلبحرالرائق ص ۶۰ ج ۷)

یہ اِن آیات کی تفسیر ہے اَور یہی صحیح ترین تفسیر ہے جو حدیث فقہ اَور تاریخ میں اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے اِس سے اِنحراف نہیں کیا جا سکتا بہر حال مجرم اَور گناہ گار کو توبہ اَور اِصلاح کا موقع طرح طرح مہیا

کیا گیا ہے۔

چند مزید صورتیں، اِحتیاط، دَرگزر :

مقدمات میں کن اِلفاظ سے گواہی دی جائے گی۔ اِس کی تمام تفصیل فقہ اَور فتاوی کی کتابوں میں موجود ہے۔

میں اِحتیاط کی ایک مثال دے کر سمجھانا چاہتا ہوں کہ چوری کی گواہی دیتے وقت یہ ہدایت دی گئی ہے کہ گواہ یہ بیان دے اَخَذَ، لَا، سَرَقَ اُس نے یہ سامان لیا ہے یہ نہ کہے کہ اُس نے یہ سامان چرایا ہے۔ (البحر الرائق ص ۶۰ ج ۷)

گویا مقصد یہ ہے کہ بحد اِمکان اُسے ہاتھ کٹنے کی سزا سے خود مدعی اَور گواہ کو بچانا چاہیے یہی شریعت کی تعلیم ہے۔

☆ مسند اَبی حنیفہ میں اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے اُس چور کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ دیا تو خود آپ کے چہرہ مبارک پر اِس سزا کے صدمہ کا اِتنا اَثر ہوا کہ چہرہ اَنور کا رنگ اِنتہا درجہ بدل گیا كَاَنَّمَا سُفَّ عَلَيْهِ وَاللّٰهِ الرَّمَادُ پھر آقائے نامدار ﷺ نے صحابی کے جواب میں فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے مسلمان بھائی کے خلاف شیطان کی مدد کی ہے۔ عرض کیا گیا کہ آنجناب نے اُسے چھوڑ دیا ہوتا۔ اِرشاد فرمایا کہ یہی بات تم نے اُسے میرے پاس لانے سے پہلے کرلی ہوتی (یعنی مقدمہ مجھ تک نہ لاتے دعوے نہ کرتے گواہ پیش نہ کرتے) کیونکہ اِمام (قاضی) کے پاس تک جب کوئی حد کا کیس پہنچ جائے تو اُسے یہ نہ چاہیے کہ وہ اُسے تعطل میں ڈال دے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :
وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَور چاہیے کہ معاف کریں اَور دَرگزر کریں۔ (مسند الامام الاعظم ص ۱۵۵)

گواہ اَصل ہی کیوں، قائم مقام کیوں نہیں :

یہ سطور اِس لیے لکھ رہا ہوں کہ وجہ سمجھنے میں آسانی ہو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں ذکر فرمودہ اصل ہی گواہ ہوں کو حدود میں کیوں لیا گیا ہے، قائم مقام یعنی ایک مرد دو عورتوں کو کیوں نہیں لیا گیا۔

مسند کی مذکور حدیث میں جناب رسالتمآب ﷺ نے یہی ترغیب دی ہے کہ جب چور سے مال مل جائے تو بالا ہی بالا معاملہ ختم کردینا چاہیے یہی بہتر ہے اَور اِس سے پہلے گواہ کے بیان کے اِلفاظ میں کہ

اَخَذَ (اُس نے یہ مال لیا) کہے سَرَقَ (چرایا ہے) نہ کہے اِسی چیز کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قاضی کے سامنے پیش ہو جانے کے بعد بھی آخر وقت تک بچ جانے کی گنجائش ہوتی ہے مالکِ مال اپنا بیان ذرا بھی نرم کر دے تو وہ اِس سخت سزا سے بچ جائے گا۔ کس کس طرح وہ اُسے بچایا جا سکتا ہے اِس کے پندرہ سولہ طریقے تو عام کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ جب خدا وہ وقت لائے گا وہ بھی معلوم ہو جائیں گے۔

اِشکال و جواب: چور و قاتل کا عورت کے سوا گواہ نہ ہو تو ؟

بعض لوگوں نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ چور اَور قاتل کا اگر عورت کے سوا کوئی گواہ نہ ہو تو مال بھی نہ ملے گا اَور جان بھی ضائع ہو جائے گی۔ تو اِس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ہم آج اُن کالے قوانین کی موجودگی میں اِسلامی قوانین اَور اُن کی سرعتِ نفاذ و فیصلہ کا تصور نہیں کر سکتے اِسلام میں کسی بھی مجرم کو پکڑنے کے بعد ریمانڈ کی آرام گاہ سے گزرنے کا موقع نہیں ملتا وہ سیدھا قاضی کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اُس سے قاضی خود بات کرتا ہے مقدمہ سن کر فیصلہ دیتا ہے۔ مجرم کو اِتنا موقع نہیں ملتا اَور اُسے ایسے اَسباب نہیں میسر آسکتے کہ وہ اپنے جرم کو چھپانے کے لیے خود کو تیار کر سکے۔ اِس لیے آج دُنیا میں جہاں کہیں تھوڑے بہت اِسلامی قوانین جاری ہیں وہاں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کا خون رائیگاں جائے، ایک عورت کیا ایک بچہ کی خبر پر بھی مجرم کو پکڑ لیا جائے گا اَور اُسے اِقرار کرتے ہی بنے گی۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک یہودی نے ایک مسلمان بچی کا سر پتھر سے کچل دیا۔ وہ ہوش میں تھی لیکن بول نہ سکتی تھی۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے مارا ہے؟ کیا فلاں نے مارا ہے؟ یا فلاں نے مارا ہے؟ وہ نفی میں اِشارہ کرتی رہی حتی کہ مارنے والے کا نام لیا گیا تو اُس نے اثبات میں اِشارہ کیا جس پر اُسے پکڑ لیا گیا پوچھ گچھ ہوئی تو اُس نے اِقرارِ جرم کر لیا پھر اُسے بھی اِسی طرح مار دیا گیا۔ (بخاری ص ۳۲۵)
یہ واقعہ میں نے مثلاً لکھا ہے یہ حدیث کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔

خبر پر بھی کارروائی ہو سکتی ہے :

سب علماء جانتے ہیں اِس لڑکی کا بیان خبر ہی کہلائے گا۔ اِسی طرح کسی بچہ اَور عورت کا بیان شرعی نقطۂ نظر سے خبر کہلائے گا اگر گواہ صرف ایک مرد ہو گا تو بھی خبر کہلائے گا گواہی نہیں مگر یہ خبر بہت وزنی ہو گی اِس پر مجرم کو پکڑ لیا جائے گا۔

اِسلامی حکومت میں قید اَور حکومت کی ذمہ داریاں :

شریعتِ اِسلامیہ میں رعایا کے لیے قید کی سزا نہیں ہوتی ہے اِسی طرح نظر بندی بھی نہیں ہوتی یہ بھی قید ہی ہے اَور حبس یعنی قید اِسلام میں عذاب ہی شمار ہوتی ہے، چنانچہ قاضی کو شریعت کا یہ حکم ہے وہ چارج لیتے ہی سب سے پہلے قیدیوں کے کیس سنے (کذافی المغنی) تاکہ اُنہیں عذاب سے نجات ہو اِسلام میں سزاؤں میں جلا وطنی اَور نگرانی بھی ثابت ہے۔ قید میں ڈال دینا یہ غیر اِسلامی ہے اَور شہنشاہی دَور کا طریقہ ہے۔

لہٰذا یا تو چور کو سزا دے دی جائے گی یا اُسے صاحبِ حق کسی طرح چھڑا دے گا۔ اِسی طرح یا تو قاتل کو قتل کردیا جائے گا یا مقتول کے وارِث اُس سے خون بہا (دِیت) لے لیں گے یا اُسے معاف کردیں گے۔ قید کی سزا بہت ہی خاص حالات میں ہوتی ہے مثلاً مقتول کے بالغ وارِث تو قصاص (قتل کرنا) چاہتے ہیں لیکن اُسکے نابالغ وارِث بھی ہیں اُن کی رائے لینے کے لیے قاتل کو قید میں رکھا جائے گا کیونکہ قاتل خون بہا دے کر بچنا چاہتا ہے اَور یہ ممکن ہے کہ وہ بالغ ہوکر رائے دینے کے قابل ہوں تو قصاص کے بجائے دیت (خون بہا) لینے پر آمادہ جائیں اَور قاتل کی جان بچ جائے۔ اِسی طرح تارکِ صلوۃ وغیرہ کو سمجھانے کی غرض سے قید میں رکھا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔

حدود و قصاص کی سزا میں تبدیلی نہیں ہوسکتی :

چوری کی سزا میں قید، قتل کی سزا میں عمر قید اَور قتل کی سزا کو تبدیل کرنے کا حق بجائے وارِث کے گورنر یا صدر کو ہونا یہ سب انگریزی قانون ہیں۔ اِسلامی قانون میں یہ بے تکی باتیں نہیں ہیں۔

عزت و جان کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے :

اِسلامی قانون کی ایک اہم ترین بات یہ ہے کہ جان کی حفاظت حکومت کا ذمہ ہوتی ہے لہٰذا اگر کسی کے قاتل کا پتہ نہ چلے تو حکومت بیت المال (اسٹیٹ بنک) سے مقتول کے ورثہ کو خون بہا یعنی سو اُونٹ یا اُن کی قیمت دے گی جس طرح حکومت کے ذمہ روٹی کپڑا مکان کا بندوبست ہوتا ہے اِس سے زیادہ جان اَور عزت کی حفاظت اُس کے ذمہ ہوتی ہے۔

یہ تو حدود میں عورتوں کی شہادت کے بارے میں بیان تھا۔

حدود و قصاص کے علاوہ باقی معاملات میں عورت کی گواہی :

اِس کے سوا اُن کے اَور معاملات میں کیا اِختیارات ہوں گے وہ مثلاً عرض ہے بحرالرائق میں ہے کہ:

''نکاح، طلاق، وصیت، وکالت اَور نسب وغیرہ میں لین دین کے معاملات میں ہر جگہ عورتوں اَور مرد کی مِلا کر شہادت معتبر ہے کیونکہ عورتیں شہادت دینے کی اہلیت رکھتی ہیں کسی واقعہ کا مشاہدہ کرنا اُسے یاد رکھنا، اُسے دہرا سکنا، یہ سب باتیں اُن میں بھی ہوتی ہیں اَور بھول چوک کا احتمال بھی جہاں دو عورتیں ہوں نہیں رہتا عقل اَور سمجھ کی کمی کوئی غیر معمولی نہیں ہوتی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور اُنہیں مردوں سے کم درجہ میں گناہ کا بھی مکلّف قرار دیتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ وہ اَحکامِ اِلٰہیہ کی اِسی طرح مکلّف ہوتی ہیں جیسے مرد ہوتا ہے اَلبتہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اُن کی یہی کمی حدود میں ملحوظ رکھی جاتی ہے۔''

(اَلبحرالرائق ص ۶۲ ج ہفتم)

مرد کے بغیر صرف عورت کی گواہی :

اَور ایسے معاملات میں جو عورتوں کے متعلق ہوں عورتیں ہی اُنہیں جان سکتی ہوں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہوتی ہے یہ مسئلہ تمام کتبِ فقہ وحدیث میں ہے۔

عورت علم و فضل، تحریر و اِنشاء ووٹ، جج :

عورتیں محدث بھی گزری ہیں اُن سے مردوں نے سندِ حدیث لی ہے۔ اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ایک نسخہ اُن کی محدث شاگرد کریمہ بنتِ اَحمد سے لیا گیا ہے۔ آخری دَور میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی محدث گزری ہیں اُنہوں نے ۱۹۴۸ء کے قریب مدینہ منورہ میں وفات پائی اُن سے بہت سے علماء نے اِجازتِ حدیث لی ہے۔

☆ عورتوں کا ووٹ بھی ایک کا ایک ہی شمار ہوگا۔ اِس پر آج کے دَور کے علماء کا اِتفاق ہے۔

☆ عورتیں جج بھی ہوسکتی ہیں لیکن وہ حدود کے بارے میں فیصلے نہ دیں گی اَور باپردہ رہیں گی۔

(اَلبحرالرائق ص ۵ ج ۷ ۔ فتح القدیر ص ۴۸۵ ج ۵)

موجودہ قانون اپیل کی سماعت :

موجودہ قانون میں قاتل اَور مقتول دونوں کے گھر برباد ہوتے ہیں۔ اِسلامی قانون میں ورثۂ مقتول کو تباہی سے بچالیا جاتا ہے نیز اِسلامی قانون میں اپیل گورنر یا سربراہِ مملکت یا قاضی القضاۃ سن سکتا ہے لیکن وہ صرف یہ دیکھے گا کہ فیصلہ میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی جیسے آج کل سپریم کورٹ میں ہوتا ہے کیونکہ ہر قاضی کے فیصلے ہائی کورٹ کے درجہ کے ہوتے ہیں۔ نیز اِسلام میں قیدیوں کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی اَور بدزبانی کی اِجازت نہیں۔

اِنتباہ :

آخر میں عرض ہے کہ ایسے مسائل جو قرآن ، حدیث ، فقہ میں طے شدہ ہیں اُنہیں شوری یا اِسمبلی میں پاس کرانا عوام کے لیے اِن پر بحث کے دروازے کھولنا گناہِ عظیم ہے اِس میں دُوسری خرابی یہ بھی ہے کہ قانونِ اِسلامی کے نفاذ میں بلا وجہ تاخیر ہوتی ہے اَور یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ اِس سے حکومت کو باز رہنا چاہیے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۲۷ رفروری ۱۹۸۳ء

﴿ جاری ہے ﴾

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اَپنے کاروبار کی تشہیر

اَور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۴۵ (قسط : ۲، آخری)

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حدود و قصاص : عورت کی شہادت

اِسلامی قانونِ شہادت

مضمونِ شہادت پر مزید اِشکالات کے جوابات

تمہید :

مضمونِ شہادت کا ایک حصہ روزنامہ جنگ میں ۶/ مارچ ۱۹۸۳ء کو شائع ہو گیا تھا اُس کے بعد اِس موضوع پر متعدد حضرات کے مضامین طبع ہوتے رہے چونکہ میرا مخاطب کوئی فرد نہیں بلکہ مسئلہ پیشِ نظر ہے اِس لیے اِن مضامین میں جو اِشکالات سامنے آئے اُن کے جوابات لکھ رہا ہوں اُن میں یہ بات قدرِ مشترک کے طور پر ہر ایک نے کہی ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کی حالت اَور تھی اَب اَور ہے۔ اُس زمانہ میں علم عام نہ تھا اَب عورتیں پڑھی لکھی ہوتی ہیں، پی ایچ ڈی ہوتی ہیں، وکیل ہوتی ہیں، ڈاکٹر ہوتی ہیں (ایف آر سی پی) لہٰذا مردوں کے برابر ہی اُن کی شہادت کا درجہ قرار دینا چاہیے جیسے کہ مغربی ممالک میں ہوتا ہے۔

اِس اِشکال کے بارے میں یہ عرض ہے کہ

تقابل نوع کا نوع سے ہوتا ہے :

(۱) تقابل نوع کا نوع سے ہوا کرتا ہے۔ کیا واقعی پوری دُنیا کی عورتیں اہلیت میں پوری دُنیا کے مردوں کے برابر ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا یہ دعوی غلط ہے کہ مرد اَور عورت اہلیت میں برابر ہوتے ہیں۔ اَور جب قدرت کی عطا کردہ اہلیت میں برابری نہیں ہوئی تو یقیناً درجہ اَوّل اَور درجہ دوم کا فرق ماننا پڑے گا اَور یہ خود قرآنِ کریم کی آیت سے ثابت ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اَور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ (پارہ ۲ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸)

سرجن ہوں یا پی ایچ ڈی یا قانون دان اَور حکام ذرا شمار تو کریں کہ آج ترقی یافتہ اَور خاص مغربی مما لک میں کتنے مرد ہیں اَور کتنی عورتیں، نیز رُوس میں جب سے کمیونزم آیا ہے کتنے مرد صدر اَور وزیر اعظم ہوئے اَور کتنی عورتیں، اَور اَمریکہ میں کتنے مرد صدر ہوئے اَور کتنی عورتیں، بقولِ بعض جب وہاں مرد و عورت برابر ہیں تو یقیناً ظلم کی وجہ سے تو ایسا نہیں ہوسکتا پھر یا تو رُوس چین اَور اَمریکہ میں عورتوں کو حکومت کرنے کا شوق ہی نہیں ہے یا قدرتی ساخت اَور اہلیت میں درجہ بندی کی وجہ سے ہی وہاں حکومت پر نہیں آسکیں۔ کسی مقالہ نگار نے اِس طرف توجہ نہیں دی جو نا اِنصافی ہے۔

یورپ ! مرد و عورت میں مساوات، آزادی، بے شرمی، خود شوہر ڈھونڈنا :

یورپ میں عورت مرد میں جو مساوات ہے وہ آزادی، بے شرمی، خود اپنے لیے شوہر پسند کر لینے اَور مرد کو طلاق دے سکنے میں ہے۔ اگر یہاں کی عورتیں طلاق کا حق لے کر سمجھتی ہیں کہ وہ مردوں کے برابر ہو جائیں گی تو اِس کے بارے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اِس کی اِسلام میں بھی گنجائش ہے۔ مقالہ نگار حضرات نے مذکورہ بالا آیت اَور اُس کے ہم مضمون دُوسری آیات کو بھی یکسر نظر اَنداز کر دیا۔ ایسا کیوں کیا؟ کیا یہ قرآن میں نہیں ہیں۔

قرآنِ پاک ہی میں دُوسری جگہ اِرشاد ہے :

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ .

(پارہ ۵ سُورۃ النساء آیت نمبر ۳۴)

''مرد عورتوں کے معاملات کے اِنچارج ہیں اِس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک پر بڑائی دی۔''

یہی قرآنِ پاک میں ہے یہی دُنیا میں ہو رہا ہے کیونکہ یہی حقیقت ہے باقی سب لفاظی اَور تصنع ہے جس کا کوئی وجود نہیں۔

وراثت کے اَحکام میں اِشاد ہوا :

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ . (پارہ ۴ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱)

''ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔''

یہ کہنا کہ پہلے زمانہ میں عورتوں میں حافظہ و علم نہ تھا، اپنی تاریخ سے بے خبری پر مبنی ہے :

(۲) مقالہ نگار حضرات اَور عوام کا یہ کہنا کہ اُس زمانہ میں عورتوں میں حافظہ اَور علم نہ تھا یہ بالکل ہی بے بنیاد اَور اپنی ہی تاریخ سے بے خبری پر مبنی ہے۔ عرب کی آب و ہوا میں رہنے والے لوگوں کا حافظہ آج بھی ہمارے علاقہ کے باشندوں کے حافظہ سے بہت بہتر ہے۔ اِسلام کی آمد کے زمانہ میں اَور اُس سے پہلے عورتیں شاعر ہوتی رہی ہیں عربی زبان، شعر و اَدب کی تاریخ میں عورتوں کی قوتِ حفظ و شعر کے عجیب عجیب واقعات موجود ہیں۔

خَنْسَاء وغیرہ مشہور شاعر گزری ہیں اَور اَزواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ اَور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما بہت بڑی عالم تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جیسی نواب خاندان کی اَور نواب کی بیوی بھی اَزواجِ مطہرات میں تھیں اَزوجِ مطہرات اَور بناتِ رسول اللہ ﷺ میں کم اَز کم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اُس وقت موجود ہی تھیں جب شہادت کی یہ آیتِ مبارکہ اُتری۔ کیا یہ علم اَور وحی کے گہوارہ میں پلنے والی کم سمجھ کم علم اَور جاہل تھیں؟

مکہ مکرمہ کے بچے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اِسی لیے لین دین کے معاملات میں لکھنے کا حکم نازل ہوا :

(۳) ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ اُس زمانہ میں لوگ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ یہ بات بھی اپنی تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے مکہ مکرمہ کے بچے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اُن کا پیشہ تجارت وصنعت تھا وہ ہر سال شام و یمن کے ششماہی تجارتی سفر کرتے رہتے تھے۔ دُنیا کی اعلیٰ تہذیب یافتہ قوموں میں جاتے اَور

وہاں کے لوگوں سے گھلتے ملتے رہتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے مہاجرین جب مدینہ منورہ آئے تو یہاں بھی یہی ماحول ہوگیا اِسی لیے سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں لین دین وغیرہ معاملات میں لکھنے کا حکم اُترا اِس آیت میں 'خود لکھنا' جاننے کی ترغیب ہے نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی وصیت لکھ کر رکھے (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۸۲) اَور یہ حکم اُس وقت دیا تھا کہ جب تک میراث کے اَحکام نہ اُترے تھے۔

کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اگر چہ لکھنے کے لیے کاغذ عام نہ تھا اِس لیے کاغذ نہ ہوتا تو چمڑے، لکڑی کی تختیاں اَور پتے وغیرہ بھی کام میں لائے جاتے تھے اَور لکھنے پڑھنے کا کافی حد تک رواج تو خود سورۂ بقرہ میں قرآنِ پاک کی اِس آیتِ شہادت ۲۸۲ ہی سے ثابت ہورہا ہے ورنہ کہا جائے گا کہ حق تعالیٰ نے لوگوں کو مشکل کام کا حکم فرمایا جس پر وہ عمل نہ کر سکتے تھے۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۹۶)

لہٰذا اہلِ مغرب اَور مستشرقین کی تحریرات سے متاثر ہو کر یہ کہہ دینا کہ اُس زمانہ میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا، عورتیں جاہل اَور کم سمجھ ہوتی تھیں غلط ہے اَور تاریخِ اِسلام کے منافی ہے اِبتدائی دَور میں بچوں کو لکھنا سکھانے کا عام دستور تھا كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۶)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے تو یہ ہوگئی تھی کہ عورتوں کو لکھنا مت سکھاؤ۔ (قرطبی ج ۱۲ ص ۱۵۸)

حدود میں عورتوں کی گواہی نہ رکھنے کی ایک حکمت، نہ مکلّف ہوگی نہ گناہ ہوگا :

یہ بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ گواہی دینے والے کی طرف سے دُوسرے فریق کے دِل میں برائی آتی ہے اَور گواہ نشانہ بنتا ہے۔ خصوصًا آج کے دَور میں پھر اَگر عورتوں کی گواہی سخت سزا والے جرائم میں جاری رکھی جاتی جیسے کہ گواہ کے لیے گواہی دینے کا تاکیدی حکم موجود ہے تو آپ خود ہی غور کریں کہ وہ آپس کی دُشمنی میں نشانہ ضرور بنیں گی تو پھر کیا حال ہوگا ؟

عورتوں سے دُشمن کا بدلہ لینا بھی آسان ہے اَور مردوں کے کام پر چلے جانے کے بعد گھروں میں اکیلی رہتی ہیں مکانات کے دروازے بھی کھلے رہتے ہیں۔ اُن کی گواہی واجب کردینے میں عقلاً یہ خرابی بھی لازم آتی ہے جس میں نفع کم اَور نقصان عظیم ہے۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ اُس نے عورت کی شہادت ہی حدود میں ساقط کردی، نہ مکلّف ہوگی نہ گناہ ہوگا کہ گواہی کیوں نہیں دی۔

شہادت کے موضوع پر طبع ہونے والے مضامین سے میں یہ سمجھا ہوں کہ اَکثر لوگ ''سزاؤں'' اَور

''حدود'' میں فرق نہیں جانتے۔ اِسی طرح وہ ''شہادت'' اَور ''خبر'' کا فرق بھی نہیں جانتے۔ اِس فرق کو مدِّنظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ شریعتِ پاک نے یہ فرق بتلایا ہے۔

''تعزیر'' اَور ''حدود'' میں فرق :

''حدود'' خاص جرائم کی خاص سزائیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادی ہیں اَور مجرم پر اُس کے اِقرار یا گواہوں کی شہادت کے بعد حاکم مجبور ہوتا ہے کہ حد یعنی وہ خاص سزا جاری کرنے کا حکم دیدے اَور اُسے یہ اِختیار ہی نہیں ہوتا کہ وہ اُس میں کمی بیشی کر سکے ایسی تمام صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی شہادت اُن کی اَدنی کمزوری کی وجہ سے (جو حافظہ کی ہو یا اَعصابی قوت کی) ساقط کردی ہے۔ عورتوں کو مکلّف ہی نہیں کیا کہ وہ گواہی کے لیے پیش ہوں لہٰذا اَیسے جرائم میں اُن کے پیش نہ ہونے اَور گواہی نہ دینے سے کوئی گناہ نہ ہوگا۔

کچھ سخت جرائم کی یہ سزائیں ایسی ہیں کہ اُن میں اِنسان کی جان یا اُس کا عضو مثلاً ہاتھ یا عزت یا جان اَور عزت سب تلف ہوجاتے ہیں اِس لیے اُن کے ثبوت کے لیے سخت ترین شرائط مقرر فرمائی گئی ہیں کیونکہ ثبوت کے بعد پھر حاکم کچھ نہیں کرسکتا وہ مجبور ہوگا کہ حکمِ خداوندی کی رُو سے سزا کا حکم سُنادے۔

''حد'' کی ایک خاص شکل :

بلکہ ''حد'' کی ایک شکل تو ایسی ہے کہ اُس میں ایک دو دفعہ حاکم کے سامنے مجرم کے اِقرار کر لینے پر بھی یہ حکم ہے کہ حاکم اُدھر توجہ نہ دے بلکہ اُسے ٹلانے کی کوشش کرے مثلاً زِنا کا اِقرار اگر حاکم کے سامنے زانی چار مرتبہ کرے گا تب وہ سزائے حد کا حکم دے گا گویا چار گواہوں کی گواہی ہوگئی کیونکہ زِنا کے ثبوت کے لیے دو گواہ بھی کافی نہیں قرار دیے گئے بلکہ چار گواہ ہونے ضروری ہیں۔

گواہی صریح ہوگی، گول مول نہیں :

اَور وہ بھی گول مول اِلفاظ میں نہیں صریح اِلفاظ میں گواہی دیں گے تو مانی جائے گی ورنہ نہیں وہ پوری طرح یہ بیان دیں گے ہم نے بلا حجاب ایسا فعل دیکھا ہے اگر یہ بیان نہ دے سکیں تو حکم ہے کہ نہ اُس کا تذکرہ کریں اَور نہ گواہی کے لیے پیش ہوں، اَلبتہ ایسی صورت میں وہ یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ ہم نے اِنہیں اِس طرح ناجائز حالت اَور حرکات کرتے دیکھا ہے اِس پر قاضی اُنہیں کوئی مناسب سزا دے گا اِسے تعزیر کہا جائے

گا، حد لگانے کا حکم نہیں دے سکتا۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ وہ خود زِنا کا چار بار اِقرار کرلے۔

خود اِقرار کرنا گواہوں کے مقابلہ میں کم وزن ہے :

لیکن اِس کا اِقرار چاہے چار دفعہ ہی ہوگیا ہو پھر بھی وہ چار گواہوں کے برابر وزنی نہیں شمار فرمایا گیا اِس لیے اگر یہ مجرم سنگسار کیے جاتے وقت اپنے اِقرار سے پھر جائے تو فوراً سزا روک دی جائے گی کیونکہ سزا بھی اُس کے اِقرار ہی کی وجہ سے تھی اَور وہ نہیں رہا لہٰذا سزا بھی نہ رہے گی اَور اُسے چھوڑ دیا جائے گا۔

سنگسار کے بجائے گولی مار دینا، شریعت میں رُجوع کا موقع :

چند سال قبل سعودی عرب کے ایک عالم ڈاکٹر معروف دوالبی پاکستان آئے تو اُنہوں نے پاکستان کے جج علماء سے تبادلہ خیال کے وقت اِس بات سے اِتفاق کیا کہ زانی کی سزا سنگسار کرنے کے بجائے گولی سے مار دینا ہونی چاہیے۔ پھر وہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے اُن کے سامنے اِس رائے کا قصہ سنایا تو مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شریعت نے سنگسار کرنے کی سزا رکھی ہے اَور اگر وہ ایک دو پتھر کھانے کے بعد اپنے اِقرار سے رجوع کرے تو اُس کی سزا فوراً موقوف کردینے کا حکم دیا ہے۔ یہ بات گولی سے سزا دینے میں نہیں ہے وہ تو گولی کھاتے ہی مرجائے گا اُسے رجوع کا موقع جو شریعت نے دیا تھا وہ آپ نے ختم کردیا۔ اِس گفتگو کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے شریعت کے حکم کی حکمت کی تعریف کی اَور اپنی رائے کی غلطی تسلیم کی۔

زِنا گواہی سے ثابت ہونے کی صورت میں بھی رُجوع کا اِحتمال :

گواہوں کی وجہ سے اگر ثبوت ہوا ہو تب بھی یہ اِحتمال ہے کہ چار میں سے کوئی ایک گواہ سزا ملتے دیکھ کر اپنے بیان سے رجوع کرلے تو بھی سزا موقوف کردی جائے گی لیکن یہ بات کہ چار گواہ ہوں تب ''حد'' جاری کی جائے گی صرف زِنا کی صورت میں ہے باقی ''حدود'' میں دو گواہ کافی ہوتے ہیں۔

زِنا میں چار گواہ ہونے کی عجیب حکمت :

کیونکہ زِنا کی سزا میں اِنسان کی جان اَور عزت دو چیزیں جاتی ہیں اِس لیے گواہ ہوں تو چار اَور حاکم کے سامنے اِقرار ہو تو چار بار ہو تب حد لگانے کا حکم دیا جاسکے گا ورنہ نہیں۔

سخت ترین سزاؤں میں سخت اِحتیاط :

اِس تفصیل کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو سخت ترین سزائیں رکھی ہیں اُن میں سخت اِحتیاط کا بھی حکم دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر اُس کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ گناہگار کو جہاں تک ہو سکے اِس خاص سزا سے بچا دیا جائے۔ قاضی صرف وہ سزا دیدے جو اُس کی نظر میں مناسب ہو جو ''حد'' سے کمتر اَور خفیف ہوتا کہ مجرم کو توبہ کا اَور موقع مل سکے۔ اِس لیے اُس کی رحمت نے عورتوں کے خِلقی اَور فطری ضعف کو چاہے وہ حافظہ کا ہو یا اَعصابی یا اُس کے باپردہ ہونے کا جس قسم کا چاہے سمجھ لیں عورتوں کی گواہی کا عذر قرار دیا اَور اُنہیں ''حدود'' میں بطورِ گواہ پیش ہونے سے روک دیا۔ یہ تو حدود اَور سزاؤں (تعزیرات) کا فرق تھا۔

''خبر'' اَور ''شہادت'' میں فرق :

''خبر'' اَور ''شہادت'' میں شریعت نے یہ فرق کیا ہے کہ خبر مرد کی طرح عورت کی بھی صحیح تسلیم کی ہے، لہٰذا اگر وہ کوئی خبر دے گی تو حاکم سُنے گا اَور فورًا کارروائی کرے گا جو اَز قسمِ تعزیر ہوگی یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اِسلامی قانون بھی نافذ ہو اَور ظلم بھی ہوتا رہے۔ ایک مضمون میں نے پڑھا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے محلہ میں اپنی گلی میں بُرائی دیکھتی ہے تو وہ کیا کرے۔ اِس کا جواب یہی ہے جو عرض کیا گیا۔

اِشکال و جواب :

ایک اِشکال یہ پیش کیا گیا ہے کہ قرآنِ پاک میں یَااَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ صیغے مذکر کے اِستعمال ہوئے ہیں اِس میں مراد عورتیں بھی ہیں لہٰذا جہاں جہاں گواہوں کا ذکر آیا ہے چاہے اُس میں مردوں کے لیے جو اِلفاظ ہوتے ہیں وہی اِستعمال ہوئے ہوں پھر بھی عورتیں ضمنًا شامل ہونی چاہئیں۔ اِس لیے '' اَرْبَعَة '' اگرچہ مردوں کے لیے ہی اِستعمال ہوسکتا ہے مگر اِس میں عورتیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔ یہ اِشکال تو ظاہر ہے بہت ہی کمزور ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۲ میں جہاں لین دین کا ذکر ہے صرف وہاں ایک مرد دَو عورتوں کا ذکر آیا ہے لہٰذا اُسے حکمِ عام قرار دینا حنفی اُصولِ فقہ کے خلاف ہے، اُسے فقط لین دین میں ہی ضروری سمجھا جائے باقی جگہ ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی قید نہ لگائی جائے بلکہ ہر جگہ چاہے ''حدود'' کی شہادت ہو مرد کی طرح عورت کو بھی گواہ تسلیم کیا جائے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کی شہادت کا ذکر صرف لین دین میں آیا ہے۔ حدود میں عورت کی شہادت کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ سنت میں، لہٰذا اُسے لین دین جیسے معاملات ہی پر قائم رکھا گیا ہے'' حدود'' میں نہیں لایا گیا اِس لیے خلافِ اُصول کوئی بات نہیں ہوئی بلکہ اِمام مالک اَور اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے تو یہ فرمایا ہے کہ عورتوں کی گواہی فقط مالی معاملات میں معتبر شمار ہوگی لہٰذا نکاح اَور طلاق میں اِن کی گواہی نہ چلے گی (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۹۵) اَور مالی معاملات میں اِعتبار و اِعتماد کے لیے تحریر، گواہی، ضمانت، رہن وغیرہ بھی جائز رکھے گئے ہیں کیونکہ لین دین کی ضرورت ہر وقت پڑتی رہتی ہے اِس لیے عورتوں کی گواہی بھی جائز رکھ دی گئی۔ (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۳۹۱)

اِس میں حکمت کہ رجال کا ذکر نہیں فرمایا اَرْبَعَۃٌ فرمایا نیز عربی محاورہ/گرائمر :

اَرْبَعَة جس کا ترجمہ ہے چار مرد، حدود کے اَحکام میں کئی جگہ لایا گیا ہے اِس کے ساتھ رِجَالٌ کا لفظ لانا قطعًا غیر ضروری تھا رِجَالٌ کا لفظ وہاں لانا چاہیے جہاں نِسَاء (عورتوں) کا ذکر آرہا ہو حدود میں سرے سے عورتوں کا ذکر ہی نہیں ہے اِس لیے صرف اَرْبَعَة فرمایا گیا۔ دیکھیے چوتھے پارہ میں سورہ نساء کی آیت ۱۵ پھر اُٹھارویں پارہ میں سورۃ النور میں دو جگہ آیت ۴ اَور آیت ۱۳ میں اَور یہی حکم توراۃ اَور اِنجیل میں ہے۔ (قرطبی ج ۵ ص ۸۳)

جنابِ رسول اللہ ﷺ اَور آپ کے بعد اَبو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اَور اُن کے بعد سب کا یہی طریقہ چلا یا آیا ہے کہ '' حدود'' میں عورتوں کی شہادت قبول نہیں کی گئی۔ سنت (حدیث) اِجماعِ اُمت اَور فقہ سب جگہ یہی ثابت ہے۔

نظر بندی اَنگریز کی اِیجاد ہے اِسلام میں نظر بندی نہیں :

مضمون میں نظر بندی کا جواز بھی تحریر کیا گیا ہے حالانکہ یہ نظر بندی اگر تھی بھی تو بدکار عورتوں کے لیے اُس وقت تک کے لیے بتلائی گئی تھی کہ جب تک دُوسرا حکم نہ اُترے۔ قرآنِ پاک میں اِرشاد فرمایا گیا :

''اگر چار مرد گواہی دے دیں تو اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ اُنہیں موت اُٹھالے یا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی راہ مقرر کردے۔'' (سورۃ النساء آیت ۱۵)

اِس کے بعد دُوسرا حکم نازل ہوا اَور خدا نے راہ نکال دی۔

قرطبیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اِس کی مثال ایسے ہے جیسے قرآنِ پاک میں آیا ہے کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی رات آجائے گی تو روزہ کا حکم ختم ہو جائے گا۔ اِسی طرح اِس آیت نساء میں بتایا گیا ہے کہ قید کا یہ حکم اُس وقت تک ہے جب تک اللہ تعالیٰ اُن کے لیے کوئی اَور راستہ مقرر فرما دے پھر راستہ مقرر فرما دیا کہ (اُنہیں کوڑے لگائے جائیں یا سنگسار کر دیا جائے) لہٰذا قید رکھنے کا حکم منسوخ ہو گیا۔ (قرطبی ج ۵ ص ۸۵)

اِس سے موجودہ دَور میں اَنگریز کی رائج کردہ نظر بندی کے جواز پر اِستدلال کرنا درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر اِستقامت بخشے۔

حامد میاں غفرلہٗ

۲/ اپریل ۱۹۸۳ء

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔